امتیاز حسین
پی ایچ ڈی اسکالر وفاقی اردو یونی ورسٹی اسلام آباد
ڈاکٹر سعدیہ طاہر
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو انٹرنیشنل اسلامک یونی ورسٹی اسلام آباد

انشائیہ اُردو ادب میں

Imtiaz Hussain
Ph. D Scholar, Department of Urdu, Federal Urdu University, Islamabad.
Dr. Sadia Tahir
Assistant Professor, Department of Urdu, International Islamic University, Islamabad.

Light Essay in Urdu Literature

Inshaiya is known as a genre of prose in Urdu literature. At first, there was a lot of discussion about understanding it and its form. Numerous articles were also written for and against it. Looking at the work that has been done on it in the last fifty, sixty years, it has to be said that Inshaiya has made tremendous evolution in Urdu literature and hundreds of Inshaiya collections have also been adorned with ornaments. Research papers have also been written on it in various universities. Many books have also appeared on Inshaiya art. Even PhD research papers have been written on it.Inshaiya is now continuing its evolutionary journey with full vigor. It is no longer difficult to understand his temperament. In the beginning, a few people paid attention to Inshaiya, but over time, hundreds or even thousands of writers came to Inshaiya and they put very excellent essays in the swing of Urdu literature. Along with new writers, when senior writers also paid attention to Urdu essays, its prestige increased further.

Key Words: *Stylish, Allegory, Epistolary, Soliloquy, Playfulness, Ethical Behavior, Technique.*

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

انشائیہ اردو ادب میں ایک صنف نثر کے طور پر معروف ہے۔ پہلے پہل اس کو سمجھنے اور اس کی ہئیت کے حوالے خاصی بحث بھی سامنے آئی۔ اس کے حق اور مخالفت میں لاتعداد مضامین بھی لکھے گئے۔ پچھلے کوئی پچاس، ساٹھ سالوں میں اس پر جو کام ہوا ہے اس کو دیکھتے ہوئے کہنا پڑتا ہے کہ انشائیہ نے اردو ادب میں بے پناہ ارتقاء کیا ہے اور سینکڑوں انشائی مجموعے بھی زیور طباعت سے آراستہ ہوئے۔ مختلف جامعات میں اس پر تحقیقی مقالہ جات بھی لکھے گئے۔ انشائیہ کے فن کے حوالے سے بھی کئی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ حتیٰ کہ اس پر پی ایچ ڈی کے تحقیقی مقالہ جات بھی لکھے جا چکے ہیں۔ انشائیہ اب پوری آب و تاب کے ساتھ اپنا ارتقائی سفر جاری و ساری رکھے ہوئے ہے۔ اب اس کے مزاج کو سمجھنا چنداں مشکل نہیں رہا۔ ابتداء میں چند لوگوں نے انشائیہ کی طرف توجہ دی مگر وقت کے ساتھ ساتھ سینکڑوں بلکہ ہزاروں ادباء انشائیہ کی طرف آئے اور انھوں نے بہت عمدہ انشائیے اردو ادب کی جھولی میں ڈالے۔ نئے لکھنے والوں کے ساتھ ساتھ جب سینئر ادباء نے بھی اردو انشائیے کی طرف توجہ دی تو اس کے وقار میں مزید اضافہ ہوتا چلا گیا۔

یورپ میں انشائیہ کے لیے پہلے پہل جو لفظ استعمال ہوا اُسے "ایسّائی(ESSAI) کا عنوان دیا اور جس کے لیے بعد میں انگریزی لفظ "ایسے(ESSAY) "استعمال کیا جانے لگا۔ ایسائی عربی لفظ "السعی" کے قریب ہے اور دونوں کے مفہوم "کوشش" کے ہیں۔ عربی لفظ "السعّی" انگریزی لفظ ایسے کے صوتی لحاظ سے بھی بہت قریب ہے۔ مونتینؔ(۲۹۵۱۔ ۱۵۳۳) کو یہ اولیت حاصل ہے کہ اُس نے فرانسیسی ادب میں پہلی دفعہ یہ لفظ اپنی ایسی تحریروں کے لیے استعمال کیا جن میں وہ اپنی شخصیت کے نقوش دوستوں اور رشتہ داروں کے لیے چھوڑ جانے کی کوشش کر رہا تھا۔ مونتینؔ کی ایک اور خوبی یہ بھی ہے کہ اس نے ایسے کو نہ صرف ادبی شکل و صورت دی بلکہ اس کے محاسن و مقتضیات کے لیے ایک واضح ڈھانچہ بھی مرتب کیا۔

ڈاکٹر ظہیر الدین مدنی نے لکھا ہے کہ :

> " اسّائی (ESSAI)عربی لفظ "السّعی "کی فرانسیسی شکل معلوم ہوتی ہے۔ دونوں الفاظ کوشش کے معنی و مفہوم ظاہر کرتے ہیں۔ مانا جاتا ہے کہ لفظ "اسّائی" یونانی زبان فرانسیسی زبان میں آیا ہے۔ مگر گمان غالب ہے کہ عربی لفظ "السّعی "ہی اسی کی اصل ہے۔ صدیوں تک اندلس اور جنوبی فرانس پر عربوں کا سکّہ چلتا رہا ہے۔ اسی وجہ سے

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

فرانسیسی زبان میں لاطینی سے بھی زیادہ عربی الفاظ رائج ہیں۔ ممکن ہے کہ "اسّائی" بھی ان میں سے ایک ہو"۔ (۱)

انشائیہ کے لیے ایسّائی(Essai) کا لفظ مستعمل رہا"السعی" بھی اسی کی ایک شکل ہو۔ دراصل ڈاکٹر ظہیر الدین مدنی نے قدرے تشکیک کا پہلو رکھتے ہوئے اسے یوں بیان کیا ہے "ممکن ہے کہ "اسّائی" بھی ان میں سے ایک ہو" مگر اس کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے توثیق محمد ارشاد نے نسبتاً واضح الفاظ میں کی ہے۔ وہ رقم طراز ہوتے ہیں:

" فرانسیسی زبان کا لفظ ESSAI در حقیقت فرانسیسی زبان کا لفظ نہیں بلکہ عربی زبان کا لفظ "السّعی" ہے۔ عربی زبان میں سعی کے معنی "کوشش" اور "کوشش کرنا" کے ہیں اور "السّعی" کے معنی "کوشش کرانا" کے ہیں اور یہی معنی ESSAI کے بھی بیان کیے جاتے ہیں۔ مونیتین جنوبی فرانس کا رہنے والا تھا جنوبی فرانس میں بولی جانے والی بولی LANGUAGE D OC شمالی فرانس میں بولی جانی والی بولی LANGUAGE D OIL سے اس بنا پر ممتاز ہے کہ اس میں عربی الفاظ کی بہتات ہے، جنوبی فرانس عربوں کی نو آبادی رہ چکا ہے اور محققین وہاں کی زبان پر عربی زبان کے اثرات تسلیم کرتے ہیں بلکہ گستاولیبان وہاں کی آبادی کو بھی عربی النسل بتاتا ہے چونکہ فرانسیسی زبان لاطینی زبان کی جملہ شاخوں میں سے ایک شمار ہوتی ہے اس لیے مغربی لغت نویسوں کی توجہ اس طرف منتقل ہونا قدرتی بات ہے کہ جن الفاظ کی اصل ان پر واضح نہ ہو ان کا مبدا اور اصل کسی لاطینی لفظ کو خیال کریں۔"(۲)

اقبال آفاقی کے مطابق:

"انشائیے کا پیکر مونتین نے اپنے بیک یارڈ کے معطر گلاب اور گلابی مٹی سے تراشا تھا۔ اس میں اپنی روح پھونکی تھی پھر جب اس پری پیکر نے غزالی آنکھیں کھولی تھیں تو بوڑھے مونتین کی آنکھوں میں چمک لہرا گئی تھی بوڑھے مونتین نے کہا تھا"بہت اچھا ہے" یہ آناً فاناً اپنی گرفت میں لینے والی سچائی تھی۔ مسحور کن ذاتی سچائی۔ اس نے مذہبی رجعت پسندی اور عدم رواداری کو انسانیت نواز حوالے سے دیکھا تھا۔ منظم سوچ

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

کے ایک مخصوص نقطہ کی رسی سے بندھے رہنے سے گریز کیا تھا بلکہ بہت بڑی بغاوت کی تھی اس نے اپنی سوچ کے بے ترتیب دھاروں اور انسانی تضادات پر مبنی خلد کی دریافت پر پہلا قدم اٹھایا تھا۔"(۳)

فرانسیسی ادب میں انشائیہ کے خدوخال ہمیں سب سے پہلے مونتین کی تحریروں میں ملتے ہیں۔ مونتین ۱۵۷۱ء میں اپنی ضعیف العمری کی وجہ سے جب زیادہ وقت گھر میں ہی رہنے لگا۔ دنیاداری سے حتی کہ قریبی رشتہ داروں سے بھی کنارہ کشی اختیار کر لی تو اس نے اپنی بیتی ہوئی زندگی کے کچھ واقعات کو صفحہ قرطاس پر منتقل کرنے کا سوچا اور یوں اس نے اپنی زندگی کے تجربات و مشاہدات کو سپرد قلم کیا۔ اس تحریر کو اس نے ایسّائی (Essai) کے نام سے پکارا۔ مونتین کے اس نام کو انشائیہ کی اساس مانا گیا۔ کیونکہ اس کی یہ تحریر انگریزی لفظ Light Essay کے بہت ہی قریب تھی۔ ایسّائی (Essai) کے نام کے حوالے سے ڈاکٹر ظہیر الدین مدنی لکھتے ہیں:

"فرانسیسی ادب میں ایسے کے وجود میں آنے کا واقعہ دلچسپ ہے۔ ایک فرانسیسی ادیب مونتین ۱۵۷۱ء میں جب اپنی ضعیف العمری کی وجہ سے دنیا کی ہمہ ہمی سے کنارہ کش ہو گیا تو اس نے اپنے لحات فرصت کا یہ مصرف تجویز کیا کہ اپنے تجربوں اور مشاہدوں کی روشنی میں خود اپنی عقل و فراست اور ذہن کی رسائی کا امتحان لینے کے خیال سے مختلف عنوانوں پر غیر مربوط خیالوں کو قلم برداشتہ صفحہ قرطاس پر جمع کرنے لگا اس آزمائش کو اس نے ایسائی (Essai) کا نام دیا۔"(۴)

ایک بات جو سامنے آئی وہ یہ ہے کہ انشائیے کے لیے انگریزی میں Light Essay کے لفظ استعمال ہوتا رہا ہے اور سب سے پہلے اس لفظ کو مونتین نے اپنی تحریروں کے لیے برتا اس کی پیروی کرتے ہوئے دیگر انشاء پردازوں نے بھی اس لفظ کو نہ صرف استعمال کیا بلکہ خود Light Essay لکھے بھی جن میں بیکنؔ، چارلس لیمب، ہیزلٹ، ڈی کوئنسی اور ہنٹ اور ان سے آگے چسٹرٹن، میکس، بیر بہومؔ اور ورجینیا وولف کے نام ابھر کر سامنے آتے ہیں۔

اس حوالے سے پروفیسر سجاد نقوی لکھتے ہیں:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

"انگریزی ادب میں جو صنف Light Essay سے موسوم ہے اردو ادب میں اس کے لیے انشائیہ کی اصطلاح مستعمل ہے۔" انیسویں صدی کے اواخر میں عالمی ادب کی تاریخ میں یہ صنف پہلے فرانسیسی ادب میں دَر آئی اور اس کے بانی مونتین کی تقلید میں انگریزی انشاء پرداز بیکن نے اسے انگریزی میں رائج کیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اسے اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی کہ اس زمانے کے ہر قابل ذکر ادیب نے اس صنف ادب میں خامہ فرسائی کی اور اس میں ادبی نقوش چھوڑے۔ چارلس لیمب، ہیز لٹ، ڈی کوئنسی اور ہنٹ اور ان سے آگے چسٹرٹن، میکس، بیر بہوم اور ورجینیا وولف انشائیہ کے حوالے ہی سے انگریزی ادب میں بلند مقام رکھتے ہیں۔ (۵)

انشائیہ انگریزی لفظ Light Essay کے متبادل ہے۔ انشائیہ کا مطالعہ کرنے سے ہم انشائیہ اور پرسنل ایسے میں کسی واضح فرق کو ظاہر کرنا خاصا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔ کیونکہ اس کے انشائیہ کے مفہوم اور ہیئت میں کئی ایک تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔ ہر انشائیہ اپنے مواد، تکنیک میں ایک جداگانہ کیفیت کا حامل ہوتا ہے۔ تاریخی اعتبار سے بیکن، لیمب اور جسٹرٹن کے طریق کار میں اتنا زیادہ فرق ہے کہ ان کے لکھے ہوئے مضامین کو ایک ہی زمرے میں رکھتے ہوئے کافی ہچکچاہٹ محسوس ہوگی اس کی نسبت نئے لکھنے والوں نے انشائیہ کے سلسلے میں کافی زیادہ آزادروی سے کام لیا ہے۔ ایک مدت تک ہمارے ہاں مزاحیہ، افکاہیہ، طنز و مزاح کو بھی انشائیے کے زمرے میں ڈالا جاتا رہا ہے۔ حالانکہ انشائیے ان تمام سے نہ صرف مختلف اور معنی آفرینی کا ایک ایسا جہان ہے جس کے دیار میں اُترنے کے لیے تعصب کی عینک اتارنا پڑتی ہے وگرنہ ہم نہ انشائیے کو سمجھ سکتے ہیں اور نہ دیگر مضامین میں فرق کر سکتے ہیں۔ تاہم اگر ذرا غور سے انشائیہ کو پڑھا جائے تو اس کے خدوخال کو سمجھنا کوئی مشکل نہیں رہتا۔ انشائیہ کو ایک علیحدہ صنف ادب سمجھتے ہوئے اس کے امتیازی محاسن، اس کی حدود کو متعین کرنا کوئی مشکل نہیں رہا۔

"انگریزی ادب میں کئی سو برس سے ایسے کا لفظ رائج ہے مگر چونکہ یہ لفظ ہر قسم کے علمی، ادبی، تنقیدی، مزاحیہ اور طنزیہ مضامین کے لیے مستعمل رہا ہے اس لیے انشائیہ کو ان سے الگ کرنے کے لیے انگریزی والوں نے ایسے کے ساتھ لائٹ کا لفظ لگا دیا اور مطلع گویا صاف ہو گیا لیکن انشائیہ کے لفظ کو رائج کرنے کے بعد بھی ہم اردو والوں کو یہ سعادت حاصل نہ ہو سکی۔ انشائیہ کی ساری بحث بنیادی طور پر انشائیہ کو طنزیہ اور

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

مزاحیہ مضامین سے الگ نہ کرسکنے ہی کے باعث ہے۔ جس روز اہل نظر نے انشائیہ کے خدوخال کو پہچان لیا۔ یہ ساری بحث نہ صرف از خود ختم ہو جائے گی بلکہ لکھنے والوں کی ایک ایسی پوری جماعت بھی منظر عام پر آجائے گی جو انشائیہ کے اصل مزاج سے واقف ہونے کے باعث جب انشائیہ لکھے گی تو یہ واقعتاً انشائیہ ہو گا۔"(۶)

انشائیہ اردو ادب کی نسبتاً نوخیز صنف اظہار ضرور ہے مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ صنف کے کچھ ابتدائی نقوش منتشر صورت میں قدیم اردو نثر بھی مل جاتے ہیں اور یہ نقوش مصنفین کی سنجیدہ پیش قدمی کا ثبوت فراہم نہیں ہوتا۔ سرسید احمد کے دور سے قبل کی نثری تحریروں میں انشائی نقوش ملتے ہیں وہ محض اتفاقیہ اور غیر شعوری ہیں۔ دیگر اصناف کی طرح انشائیہ بھی مغرب سے درآمد شدہ صنف ہے۔ ایڈیسن اور سٹیل کے مضامین کو جب دوبارہ پرکھا گیا تو ان میں انشائی خدوخال نمایاں تھے۔ سرسید احمد خان نے ایسے کو رائج کرنے کی کوشش ضرور کی تھی مگر وہ انشائیہ یا Light Essay کے مفہوم سے واقف نہ تھے چنانچہ ان کی تحریک پر مضامین تو لکھے گئے مگر انشائیے کے خدوخال نمایاں نہ کرسکے اس تحریک سے مضامین کی روش کو فروغ ضرور ملا جس کا بنیادی مقصد صرف اور صرف اصطلاح عوام تھا۔ بیسویں صدی کے آغاز میں ان مضامین میں طنز و مزاح بھرپور انداز میں شامل ہوا اور یوں امتیاز علی تاج، پطرس بخاری، کرشن چندر، کنہیالال کپور اور دیگر لکھنے والوں کے مضامین سامنے آتے ہیں۔ عہد سرسید میں سست روی اور بیسویں صدی میں تیز رفتاری سے جب انگریزی ادب سے استفادہ کی صورتیں نکلی تو مغرب میں لکھے گئے انشائیے تک رسائی ممکن ہوئی۔

اس حوالے ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں:

"سرسید کے پیش نظر ایڈیسن اور سٹیل کے مضامین کے وہ نمونے تھے جن میں مغربی دنیا کے مظاہر و اشیاء اور تہذیب و تمدن کو بانداز دگر دیکھا گیا تھا۔ برصغیر کے ادیبوں نے سرسید کے عہد میں آہستہ روی سے اور بیسویں صدی میں نسبتاً تیز رفتاری سے انگریزی ادب سے استفادہ کرنا شروع کیا، اس دور مین انگریزی اصناف ادب کی طرف محبت کی نظر سے دیکھنے کا رویہ پیدا ہوا۔ انہیں اثرات کا نتیجہ تھا کہ انگریزی "ایسے" کی طرز میں اردو میں بھی مضمون نگاری کا سلسلہ شروع ہو گیا اور یہ کہنا درست ہے کہ اردو کی بعض دوسری اصناف کی طرح انشائیہ بھی ایک درآمد شدہ صنف ادب ہے جس کا

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

باقاعدہ فروغ اور منضبط ارتقا بیسویں صدی کے چھٹے عشرے میں ہوا اس صنف کے متذکرہ بکھرے ہوئے آثار کی بنا پر بعض ناقدین نے تو انشائیہ کا سراغ ملاوجہی کے مضامین اور سب رس کی نثر میں لگانے کی کوشش بھی کی ہے۔ اور یوں انگریزی ادب کی طرح اردو میں بھی انشائیہ کی ابتداء کے مسئلہ نے خاصی نزاعی صورت اختیار کر لی جس کا تاحال کوئی حتمی نتیجہ نہیں نکلا۔" (۷)

ہمارے ہاں بعض ناقدین نے تو اساطیری داستانوں میں بھی انشائی خدوخال تلاشنے کی بھرپور مہم کا آغاز بھی کر دیا۔ کچھ ناقدین نے ملاوجہی کے مضامین اور بعض ناقدین نے سب رس کی نثر کو بھی اس نیت سے پڑھا مگر ابتدائی انشاءپردازی اور غیر شعوری انشائی رنگ میں لکھی ہوئی چند لائنوں کے کچھ ہاتھ نہ آیا۔ اردو انشائیہ کی متذکرہ بالا صورت حالات سے قطع نظر، خوش آئند بات یہ ہے کہ گزشتہ چند سالوں میں انشائیہ فکر و نظر اور تحقیق و تنقید کا ایک بے حد زرخیز موضوع ثابت ہوا اور اس نے لکھنے والوں کی سب سے توجہ حاصل کی ہے۔ اسی دور میں انشائیہ کیا ہے ؟، انشائیہ کیوں ؟ انشائیہ کا مزج کیا ہے ؟ کیا انشائیہ ایک الگ صنف ادب ہے ایسے سوالات نے بھی جنم لیا۔ بہت سے ادباء نے ان کا بہت سیر حاصل جواب بھی دیا جس سے انشائیہ کے بارے میں عام قاری کو بھی خوب آگاہی فراہم ہوئی اور یہ خیال افروز بحث ہنوز جاری و ساری ہے۔

سادہ الفاظ میں اگر کہا جائے تو انشائیہ ایک ایسی نثری صنف ادب ہے جس میں انشائیہ نگار کسی موضوع کے مختلف پہلوؤں اور سمتوں پر ہلکے پھلکے اور خوشگوار تخلیقی اسلوب میں اپنے مشاہدات، تجربے اور سوچ کو ظاہر کرتا ہے۔

انشائیہ کا طریق کار غیر رسمی ہوتا ہے۔ انشائیہ نگار کے لیے ضروری نہیں کہ وہ اپنے مشاہدات اور تجربات کو ضابطہ تحریر میں لاتے ہوئے دلائل کا سہارا لے۔ کیوں کہ دلائل کی پیش کش موضوع کو سنجیدہ بنا دیتی ہے اور انشائیہ کا تعلق سنجیدگی سے نہیں بلکہ انشائیہ نگار اپنے خوشگوار اور شگفتہ اسلوب سے سنجیدہ موضوع کو بھی ہلکے پھلکے انداز میں پیش کر کے قارئین کو دوستی کے حلقہ میں لے آتا ہے۔ وہ اپنے قاری کے دل میں گدگدی پیدا کرتا ہے۔ قاری یا ناظر کو مسرت عطا کرنا انشائیہ نگار کا بنیادی مقصد ہوتا ہے۔

انشائیہ کی تعریف چند الفاظ میں ابھی تک بیان نہیں کی جا سکی ہے اور محض چند سطور میں انشائیہ کی تعریف بیان کرنا ہے بھی مشکل یا یوں کہہ سکتے ہیں کہ ادب کی دیگر اصناف کی طرح انشائیہ کی بھی کوئی حتمی تعریف

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ناممکن ہے۔ انشائیہ دیگر اصناف ادب سے جداگانہ خصوصیات کا حامل ہے اور یہی خصوصیات انشائیہ کو دیگر اصناف ادب سے الگ کرتی ہیں۔

اس ضمن میں ڈاکٹر وزیر آغار قمطراز ہیں:

"ایک چیز جو انشائیہ کو دوسری اصناف ادب سے ممیز کرتی ہے، اس کا غیر رسمی طریق کار ہے، دراصل انشائیہ کے خالق کے پیش نظر کوئی ایسا مقصد نہیں ہوتا جس کی تکمیل کے لیے وہ دلائل اور براہین سے کام لے اور ناظر کے ذہن میں ردو قبول کے میلانات کو تحریک دینے کی سعی کرے۔ اس کا کام محض یہ ہے کہ چند لمحوں کے لیے زندگی کی سنجیدگی اور گہما گہمی سے قطع نظر کر کے ایک غیر رسمی طریق کار اختیار کرے اور اپنے شخصی ردعمل کے اظہار سے ناظر کو اپنے حلقہ احباب میں شامل کر لے۔" (۸)

شگفتگی اور تازگی انشائیہ کی بنیادی خصوصیت ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ندرت اور انفرادیت ایسی خصوصیات کے بغیر کوئی بھی صنف ادب فن کی معراج کو مس نہیں کر سکتی تاہم جہاں تک بات انشائیے کی ہے تو اس میں تازگی کا اظہار سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ اس میں ذرہ بھر کمی سے اس کے فن کو وہ بام عروج نہیں ملتا جو اس کا وصف خاص ہے۔ تازگی اور ندرت سے مراد موضوع اور نقطہ نظر میں ایک ایسا منفرد اور چونکا دینے والا انوکھا پن جو قاری کو زندگی کی یکسانیت سے چند لمحے نجات دلا دے اور وہ زندگی کا جائزہ ایک نئے انداز سے لینے کے لیے تیار ہو جائے۔ انشائیہ قاری کو ایک ان دیکھے ایسے جزیرے میں لے جاتا ہے جہاں زندگی کی گھما گھمی نہیں بلکہ ایسے مناظر اور ایسے پہلو اس کے سامنے ہوتے ہیں جو اس پر پہلی بار منکشف ہو رہے ہوتے ہیں اور وہ ان پہلوؤں سے حظ اٹھتا ہے۔ ایک انشائیہ ہمیں یہ سب کچھ سوچنے پر مجبور کرتا ہے۔

اس حوالے سے ڈاکٹر وزیر آغا کہتے ہیں:

"انشائیہ اس صنف نثر کا نام ہے جس میں انشائیہ نگار اسلوب کی تازہ کاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اشیاء یا مظاہر کے مخفی مفاہیم کو کچھ اس طور گرفت میں لیتا ہے کہ انسانی شعور اپنے مدار سے ایک قدم باہر آ کر ایک نئے مدار کو وجود میں لانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔" (۹)

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

انشائیہ کی اس تعریف میں ڈاکٹر وزیر آغا نے تین بنیادی نکتوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پہلا یہ کہ انشائیہ نگار اسلوب کی تازہ کاری کا مظاہرہ کرتا ہے۔ وہ عام سی کاروباری زبان کو ترک کر کے اپنی تخلیقی اُپج کی مدد سے عام الفاظ میں ایک ایسا تحرک پیدا کر کے کہ ہر لفظ نئی معنویت کا حامل بن جاتا ہے اور اس میں معنی آفرینی کا ایک سلسلہ در آتے ہیں۔ انشائیہ کا لفظ بجائے خود اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ انشائیہ نگار نثر کو تخلیقی سطح پر فائز کر دیتا۔ انشائیہ کی پہلی شرط اول یہی ہے کہ انشائیہ نگار اس میں تازہ کاری کا مظاہرہ کرے۔ دوسرا بنیادی نکتہ اس میں یہ اٹھایا گیا ہے کہ اشیاء یا مظاہر کے کچھ ایسے معانی دریافت کرے جو پہلے کسی پر عیاں نہ ہوئے ہوں اس اشیاء یا مظاہر کے کچھ مخفی اور پوشیدہ معانی کی طرف اشارہ کرے۔ اس کے بعد وہ اُن تمام رکاوٹوں کو بھی ہٹاتا چلا جائے جو اس مفہوم تک رسائی میں سینہ تان کر کھڑی تھیں۔ اس کے لیے ضروری یہ ہے کہ شے کو مختلف زاویوں سے دیکھا جائے یا پھر اُس شے کو اپنی جگہ سے ہٹا کر دوسری جانب رکھا جائے یا پھر خود اپنی جگہ سے سرک جائیں تاکہ شے یا مظہر کے چھپے ہوئے حصے کو دیکھ سکیں۔ اس میں آخری نکتہ یہ ہے کہ انشائیہ نگار ایک ایسے جہان معنی کا نظارہ کرے کہ اس کا شعور اپنے مدار کو توڑ کر ایک نیا مدار قائم کرنے میں کامیاب ہو۔

انشائیہ ایک اہم خوبی اس کا نامکمل پن بھی ہے۔ موضوع کی جامعیت اور مرکزیت کو قائم رکھتے ہوئے کئی دیگر باتیں بھی قاری کے ذہن تک رسائی حاصل کرتی ہیں۔ انشائیہ کے ڈھانچے میں لچک پائی جاتی ہے اس کی زمیں مقالے کی مانند سنگلاخ نہیں ہوتی کہ صرف نپے تلے دلائل ہی دیئے جائیں بلکہ مرکزیت کو قائم رکھتے ہوئے ان پہلوؤں کو بھی اُجاگر کیا جا سکتا ہے جن کا مشاہدہ انشائیہ نگار نے کیا ہو یا اس کے تجربے سے گزر چکا ہو۔

انشائیہ نگار موضوع کے چند انوکھے پہلوؤں کو قاری کے سامنے پیش کرتا ہے اور دوسرے کئی پہلوؤں کو دانستہ تشنہ ہی رہنے دیتا ہے۔ یہ بات قاری کی ذہنی مشق کا باعث بنتی ہے جو کہ اسے غور و فکر کے سمندر میں غوطہ زن ہونے پر مجبور کرتی ہے اس سے اس کی سوچ کی راہ ہموار ہوتی ہے بالفاظ دیگر قاری جب مطالعہ کے بعد کتاب بند کرتا ہے تو مصنف کے اشارات کی مدد سے اپنی سوچ کے عمل کو تیز کرتے ہوئے محظوظ ہوتا ہے۔

انشائیہ اپنی صفت اختصار کے باعث بھی دوسری اصناف ادب سے جدا نظر آتا ہے۔ انشائیے میں اختصار پسندی کا مظاہرہ بھی انشائیے کی دیگر خوبیوں کی طرح ایک اہم خوبی ہے مگر موضوع کے اعتبار سے نکتہ آفرینی کرنا انشائیے کا ایک اہم وصف ہے۔ انشائیہ مختصر میدان رکھنے کے باوجود اردو ادب کی یہ صنف اپنے اندر ایک مخصوص دلکشی رکھتی ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ انشائیہ لکھنے والے کے پاس کہنے کو کچھ نہیں ہوتا یا بہت کم ہوتا ہے اس

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

کے برعکس اس کا ذہن تو زرخیز ہوتا ہے لیکن وہ انشائیہ کی محدود سی دنیا میں اپنے مشاہدات، احساسات اور تجربات کو سمونے کی کوشش کرتا ہے۔

انشائیے میں انشائیہ نگار کسی بھی حوالے سے منطقی انداز نہیں اپناتا چونکہ اس نے منطقیانہ استدلال کے مطابق بات نہیں کرنی لہٰذا وہ بات سے بات پیدا کرتا چلا جاتا ہے۔ بات سے بات پیدا کرنا ذہن کے نفسیاتی عمل جسے تلازم خیال کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے کے باعث ممکن ہوتا ہے اور یوں غیر محسوس طور پر بات کا دائرہ پھیلتا چلا جاتا ہے۔

پروفیسر سجاد نقوی لکھتے ہیں:

> "ادب میں کسی صنف کی آج تک کوئی ایسی تعریف نہیں کر سکا جسے حرف آخر قرار دیا جائے یہی مشکل انشائیہ کی تعریف میں متعین کرنے میں پیش آتی ہے۔ ڈاکٹر جانسن انشائیہ کو ذہن کی آوارہ خرامی A Loose sally of the Mind قرار دیتا ہے۔ بنسن کے نزدیک انشائیہ، لکھنے والے کا شخصی روپ ہے یعنی جب ادیب ہم کلامی کے عمل سے گزر رہا ہوتا ہے تو وہ حقیقت میں انشائیہ تحریر کر رہا ہوتا ہے۔ ڈاکٹر وزیر آغا انشائیہ کو آزاد ذہنی ترنگ سے موسوم کرتے ہیں اور انشائیہ کے تین مدارج، انکشاف، عرفان اور حظ اس کے لیے لازمی قرار دیتے ہیں۔ انور سدید کے خیال میں انشائیہ ایک غیر مقصدی مصنف ادب ہے۔ یہ فرد پر اپنی رائے ٹھونسنے کے بجائے خوش کلامی کے لیے لطیف فضا ہموار کرتی ہے اور اپنی باطنی مسرت میں دوسروں کو شریک کر لیتی ہے۔ پروفیسر غلام جیلانی اصغر بڑی وضاحت سے انشائیہ کی یہ تعریف کرتے ہیں کہ انشائیہ ایک ایسی نثری صنف ہے جو اتنی ہی بے ربط ہوتی ہے جتنی کہ زندگی خود! اور جس طرح زندگی کے آخر میں حیاتیاتی وحدت وجود میں آجاتی ہے، اسی طرح انشائیہ کے منتشر اجزاء میں دیکھتے ہی دیکھتے ایک وحدت تاثیر پیدا ہو جاتی ہے۔" (۱۰)

انشائیے میں منطقیانہ استدلال نہیں بلکہ نکتہ آفرینی سے کام لینا چاہیے تاکہ انشائیہ بوجھل محسوس نہ ہو بلکہ ہلکا پھلکا اور شگفتگی کا عنصر بھی اس میں پایا جاتا ہو۔ بات کو طول دینے کے بجائے مختصر اور جامع انداز میں بات کی جائے تو وہ زیادہ اثر رکھتی ہے۔ انشائیہ میں بھی یہی ہونا چاہیے کہ اس میں فلسفیانہ گفتگو سے اجتناب کرتے ہوئے اس

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

میں شگفتگی اور برجستگی کا عنصر شامل کرنا چاہیے تاکہ قاری جب انشائیہ پڑھ رہا ہو تو اس کے چہرے پر تبسم کی ایک ہلکی سی لکیر نمودار ہوتی رہے۔ اور یہ تبسم کی لکیر قہقہے میں تبدیل نہ ہو اگر تبسم کی لکیر قہقہہ بن جاتی ہے تو وہ انشائیہ، انشائیہ نہیں بلکہ طنز و مزاح کے زمرے میں چلا جائے گا۔ انشائیہ لکھنا اور اس کی پہچان کرنا بہت ہی مشکل ترین فن ہے۔ اس فن سے مہارت کے لیے ضروری ہے کہ انشائیہ نگاروں کے انشائیے پڑھے جائیں اور بار بار پڑھے جائیں۔

انشائیہ سے حظ وہی اٹھا سکتا ہے جو انشائیہ کے مزاج اور اس کے خدو خال سے خوب واقفیت رکھتا ہو۔ لفظوں کے گورکھ دھندے سے بھی اس کی واقفیت ہو کیونکہ انشائیے میں نکتہ آفرینی ہی اس کا سب سے اہم وصف ہے۔ لہٰذا اس سے لطف اندوز ہونے کے لیے مہذب ذہن کا ہونا ضروری ہے۔ عام ذہنی سطح کا قاری انشائیے سے حظ اٹھانے میں دقت محسوس کرے گا انشائیہ کی مہذب فضا اور لطافت سے لطف اندوزی کے لیے پر سکون اعصاب کی ضرورت ہوتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں انشائیے سے لطف اٹھانا تنے ہوئے اعصاب کے بس کا روگ نہیں۔ کیونکہ انشائیہ بہت ہی لطیف اور سبک روی سے آگے بڑھتا ہے۔ پوری توجہ اور یک سوئی کے بغیر انشائیہ سے لطف نہیں اٹھایا جا سکتا۔

ڈاکٹر سلیم اختر رقم طراز ہیں:

> "انشائیہ دراصل مہذب ذہن کی ترجمانی کا نام ہے، اسے مہذب معاشرے میں لکھا جا سکتا ہے اور اس سے مہذب قاری لطف اندوز ہوتا ہے جملہ اصناف ادب سے ہر ذہنی سطح کا قاری بقدر ہمت اوست لطف اندوزی کی اہلیت رکھتا ہے لیکن انشائیہ ہر ذہن کے لیے نہیں ہے یہ تو بالغ ذہن کے حامل مرد کے لیے ہے! جی ہاں! انشائیہ عورتوں کے لیے بھی نہیں اس لیے کہ ان کی جذباتی ساخت اور ہیجانی نظام کچھ ایسا ہوتا ہے کہ وہ ٹھہرے پانی کے طوفان ایسی کیفیت پیدا کرنے والے انشائیہ کے لیے ناموزوں ثابت ہوتی ہیں۔" (۱۱)

انگریزی میں لکھے جانے والے لائٹ ایسے کو اردو میں انشائیہ کے طور پر پیش کیا جاتا ہے اور ایسے کا لغوی مفہوم کوشش ہے۔ باالفاظ دیگر یہ ایک ایسے انسان کا اظہار ذات ہے جو خوش باش زندگی کے معمولات میں دلچسپی لے رہا ہے وہ کہیں آتے جاتے اٹھتے بیٹھتے پیش آنے والے واقعات اور تجربات کو دلکش انداز میں پیش کر رہا ہوتا ہے اس میں مصنف کی اپنی شخصیت اجاگر ہوتی ہوئی نظر آتی ہے۔

حوالہ جات

۱. انور سدید،ڈاکٹر،"انشائیہ اردو ادب میں"،مکتبہ فکر و خیال،لاہور،۱۹۸۵ء،ص ۱۱۴

۲. ایضاً، ص ۱۱۵

۳. اقبال آفاقی،ڈاکٹر،"اردو انشائیہ کا فکری بیک یارڈ"،۱۹۷۸ء کے بہترین مقالات"،مرتبہ سجاد نقوی، سرگودھا،۱۹۸۰ء،ص ۱۳۶

۴. انور سدید،ڈاکٹر،"انشائیہ اردو ادب میں"،مکتبہ فکر و خیال،لاہور،۱۹۸۵ء،ص ۱۱۵

۵. سجاد نقوی،"مطالعے" مکتبہ جدید پریس،لاہور،۱۹۸۷ء،ص ۱۹۵

۶. وزیر آغا،ڈاکٹر،"انشائیہ کے خدوخال"،مکتبہ فکر و خیال،لاہور،۱۹۹۰ء،ص ۳۹

۷. انور سدید،ڈاکٹر،"انشائیہ اردو ادب میں"،مکتبہ فکر و خیال،لاہور،جنوری ۱۹۸۵ء،ص ۴۲

۸. وزیر آغا،ڈاکٹر،"انشائیہ کے خدوخال"،مکتبہ فکر و خیال،لاہور،۱۹۹۰ء،ص ۹-۱۰

۹. ایضاً، ص ۴۷

۱۰. سجاد نقوی،پروفیسر،"مطالعے" مکتبہ جدید پریس،لاہور،۱۹۸۷ء،ص ۱۹۵-۱۹۶

۱۱. سلیم اختر،ڈاکٹر،"انشائیہ کی بنیاد"،سنگ میل پبلی کیشنز،لاہور،۲۰۰۲ء،ص ۲۱۶-۲۱۷